© rasailojaraid.com

دینی مدرسوں کی خدمات

سلیم یزدانی

صدر پرویز مشرف نے ۲۹ جولائی ۲۰۰۵ء کو غیر ملکی ذرائع ابلاغ کے نمائندوں سے گفتگو کرتے ہوئے یہ اعلان کیا کہ دینی مدارس کے غیر ملکی طلباء کو پاکستان سے جانا ہوگا۔ اس کے بعد میڈیا میں اس ایشو پر بیانات کی جنگ چھڑ گئی جس کے نتیجے میں یہ ایک سیاسی مسئلہ بن کر سامنے آنے لگا اور لوگ یہ سوچنے پر مجبور ہو گئے کہ حکمراں اور اپوزیشن کسی مسئلے پر سنجیدگی سے غور کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ دینی مدرسوں کے خلاف پروپیگنڈہ آج کی بات نہیں ہے یہ اس وقت سے ہو رہا ہے جب ابھی دہشت گردی کو دینی مدرسوں سے منسلک کرنے کی کوئی بات نہیں کرتا تھا۔ مغربی میڈیا نے مدرسوں کی فلمیں دکھائیں جہاں بچوں کو زنجیروں سے بندھا دکھایا گیا، کہیں طالب علموں کے ساتھ غیر انسانی سلوک اور انسانی حقوق کے حوالے سے انہیں بدنام کیا گیا۔ اس میں مقامی، غیر سرکاری تنظیمیں بھی شریک رہیں، جب سے عالمی دہشت گردی کے خلاف جنگ کی ابتدا ہوئی، مدرسوں کے خلاف اس پروپیگنڈے میں تیزی آ گئی اور یہ کہا جانے لگا کہ مدرسے دہشت گردی کے مرکز ہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ جب مدرسے کے طلبا اور مدرسوں کے خلاف زہریلا پروپیگنڈہ کیا جا رہا تھا اس وقت حکومت اور اپوزیشن کو ذمہ داری کا احساس کرنا چاہیے تھا اور ایسے متفقہ اقدامات کرنے چاہیے تھے کہ ساری دنیا میں یہ تاثر پیدا نہ ہو کہ پاکستان کے تمام کے تمام مدرسے دہشت گردی کرتے ہیں یا یہ کہ صرف مدرسے ہی دہشت گرد پیدا کرتے ہیں۔ ایک بات تو یقینی ہے کہ یہ ۱۳ ہزار سے زیادہ مدارس جنگجو تو پیدا نہیں کر رہے تھے۔ اگر کچھ مدارس ایسے تھے جہاں طالب علموں کو دہشت گردی پر اکسایا جا رہا تھا تو اسی وقت ان مدرسوں کے خلاف کارروائی کرنی چاہیے تھی۔ صرف کراچی میں ایک اندازے کے مطابق بارہ سو دینی مدارس ہیں جہاں ایک لاکھ سے کہیں زیادہ طلبا دینی تعلیم حاصل کر رہے ہیں اور یہ کسی ایک مکتبہ فکر کے مدرسے نہیں ہیں بلکہ یہ متعدد مسلک رکھنے والے لوگوں کے مدرسے ہیں، ان میں نمایاں اہل سنت والجماعت، دیوبندی، اہل حدیث اور فقہ جعفریہ کے مدرسے ہیں۔ ان مدرسوں میں غیر ملکی طلبا بھی تعلیم حاصل کر رہے ہیں اور یہ کئی عشروں سے ہو رہا ہے بالکل اسی طرح جس طرح پاکستان کی یونی ورسٹیوں میں غیر ممالک کے طلبہ زیر تعلیم ہیں۔ ان میں سے ایسے ملکوں کے طالب علم بھی زیر تعلیم ہیں جو دین کا مرکز ہیں یہ کوئی دو ڈھائی عشروں سے پہلے کی بات ہے، میں ریڈیو پاکستان میں سینئر پروڈیوسر تھا تو مجھے یہ ذمہ داری سونپی گئی کہ میں ایک دستاویزی پروگرام عربی مدرسوں پر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تیار کروں اور اس پروپیگنڈے کا اثر زائل کرنا تھا کہ عربی مدرسوں میں طلباء کو اذیت دی جاتی ہے، ٹارچر کیا جاتا ہے اور ان کے ساتھ ناروا سلوک ہوتا ہے میں نے اس دستاویزی پروگرام میں سعودی عرب سے آئے ہوئے ایک طالب علم سے یہ سوال کیا کہ سعودی عرب تو دینی تعلیم کا مرکز ہے آپ یہاں تعلیم حاصل کرنے کس لیے آئے ہیں؟ اس نے جواب میں کہا کہ آپ بالکل سچ کہہ رہے ہیں لیکن میرے یہاں آ کر تعلیم حاصل کرنے کا مقصد فقہ حنفی کی تعلیم حاصل کرنا ہے جس کا پاکستان میں بہتر انتظام ہے۔ اس مثال کو یہاں نقل کرنے کا مقصد یہ ہے کہ پاکستان میں بیرونی ممالک کے جو طلبہ دینی تعلیم حاصل کر رہے ہیں ان میں سے کئی خالصتاً علم کے حصول کے لیے آئے ہوئے ہیں اور یقیناً ان میں اکثریت قانونی طور پر آئی ہوئی ہے تو ان کو پاکستان سے بھیجنا انتہائی نامناسب بات ہوگی۔

ایک چیز دیکھنے میں یہ آ رہی ہے کہ حکومت کے ذمہ داروں میں فکری ہم آہنگی کا فقدان ہے صدر صاحب یہ کہتے ہیں کہ دینی مدارس کے غیر ملکی طلبہ کو پاکستان سے جانا ہوگا۔ چوہدری شجاعت صاحب کہتے ہیں کہ طلباء کا اخراج مسئلہ کا حل نہیں، جائز طریقے سے آنے والے طلبا کو بے دخل نہیں کیا جائے گا۔ دراصل صورتحال کو پہلے ہی واضح کر دینا چاہیے تھا بعض اوقات ملکی اور غیر ملکی سطح پر اس کے نتائج اچھے ثابت نہیں ہوتے۔ پاکستان میں دینی مدرسوں میں ۱۰ لاکھ سے زیادہ طالب علم، علوم شرعیہ کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں، ان میں غالب اکثریت ایسے مدرسوں کی ہے جو خالصتاً دینی علوم پڑھا رہے ہیں وہاں نہ نفرت کا درس دیا جا رہا ہے اور نہ مغرب کے خلاف کوئی زہر اگلا جا رہا ہے۔ کوئی مذہب نفرت کا سبق نہیں دیتا اور اسلام میں خاص طور سے سیاسی ردعمل میں انتقامی کارروائی کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اسلام محبتوں کا، رواداری کا اور میانہ روی کا پر امن ضابطۂ حیات ہے۔ یہ جو دنیا میں تشدد اور دہشت گردی جلاؤ گھیراؤ کا منظر ہے، اس کی اپنی الگ ایک تاریخ اور نفسیات ہے اور گزشتہ سو ڈیڑھ سو سال میں اس نے کئی شکلیں اختیار کی ہیں اور اس کے پیچھے سیاسی نظریات اور سیاسی اداروں کا اہم رول نظر آتا ہے۔

سیاسی بنیادوں پر خودکش بم دھماکوں کی آئیڈیالوجی برصغیر میں تامل ٹائیگرز نے اختیار کی، راجیو گاندھی کی اس طرح ٹارگٹ کلنگ کی گئی کیونکہ وہ حملہ ضرورت سے زیادہ کامیاب ہوا۔ اس لیے جہاں جہاں طاقتور دشمن کے خلاف مزاحمت ہو رہی تھی وہاں انتقامی اور سیاسی ردعمل کے طور پر اس نئے انسانی آلہ جنگ کو اختیار کر لیا گیا۔ عراق میں امریکہ کو وہاں سے نکالنے کے لیے عراق کے لوگوں نے یہ ہتھیار استعمال کیا، کوئی دن نہیں جاتا کہ وہاں خودکش بم دھماکہ نہ ہوتا ہو، اور وہ مدرسوں کے پڑھے ہوئے طالب علم نہیں کر رہے ہیں یہ مزاحمت کا بڑے دشمن سے نمٹنے کا طریقہ جنگ ہے۔ فلسطین میں جو عرب لڑکے اور لڑکیاں اسرائیل کے خلاف اسرائیلی قبضے کے خلاف خودکش بم دھماکے کر رہے ہیں یہ وہاں کے دینی مدرسوں کے لڑکے نہیں، لندن میں بم دھماکے وہاں کے باشندوں نے کیے ہیں۔ جب کوئی نظریے کے تحت سوچتا اور کام کرتا ہے تو وہ ایک نظریاتی جنگ بن جاتی ہے۔ پھر اس نظریے سے وابستگی اس نظریے کے مطابق عمل کراتی ہے۔ فلسطین میں اسرائیل نے جس طرح عربوں کو کچلا ان کا خون بہایا، ان کو گھروں سے نکالا، ان کی زمینوں پر قبضہ کیا اس سے وہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بہت دل برداشتہ تھے اپنے آپ کو بے بس اور مجبور سمجھ رہے تھے، ٹینکوں کا مقابلہ وہ غلیلوں اور گوپھنوں سے پتھر مار مار کر کر رہے تھے۔ جب ان پر گولیاں چلتیں تو وہ گلیوں میں چھپ کر کبھی پتھر مارتے کبھی نشانہ بن جاتے۔ امریکہ کی حمایت اسرائیل کو شیر بنائے ہوئے تھی اس لیے امریکہ کے خلاف ردعمل اور نفرت یقینی تھی، وہ لبنان میں ایسی ہی خودکش کارروائی کر چکے تھے جس میں سیکڑوں امریکی میرین ہلاک ہو گئے تھے اور امریکہ وہاں سے نکلنے پر مجبور ہو گیا تھا۔ انھوں نے یہی جنگی تکنیک اسرائیل کے خلاف استعمال کرنی شروع کر دی۔ اس بات کو سمجھ لیجیے کہ یہ ظلم کے خلاف ردعمل ہے کمزور کا طاقتور کے خلاف، اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ۱۱ ستمبر کا المناک واقعہ رونما ہوتا ہے جب یہ بات مغرب اور امریکہ کی سمجھ میں نہیں آتی وہ کبھی اس کے لیے اسلام کو دوش دیتے ہیں کبھی اسے تہذیبوں کی جنگ قرار دیتے ہیں۔ میں نے ۱۲۰ اکتوبر ۲۰۰۳ء کو اپنے ایک کالم میں جس کا عنوان تھا "تہذیبوں کا نہیں مفادات کا ٹکراؤ" لکھا تھا کہ "یہ بالکل مہمل بات ہے جو کہی جاتی ہے کہ یہ مشرق اور مغرب کے درمیان جنگ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ پہلی جنگ عظیم کے بعد اور پہلے، مغربی استعمار نے مسلمان ملکوں کو تاراج کیا ان پر قبضہ کر لیا، خلافت عثمانیہ کو قومیت اور تشدد کے شعلے بھڑکا کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ وہ دور دراز علاقوں میں واقع ملکوں، ایشیا میں لاطینی امریکہ پر غرض یورپ سے نکل کر دور دراز ملکوں پر قابض ہو گئے۔ نہ وہ کسی تہذیب پر تہذیبی یلغار تھی اور نہ آج ایسا ہو رہا ہے۔ ہٹلر نے پوری اقوام سے جنگ کی تو وہ کیا تہذیب کے خلاف تھی۔ وہ بھی سیاسی برتری کے جنون کی جنگ تھی، مفادات کی جنگ تھی آج جو کچھ ہو رہا ہے بالکل وہی ہے، آج جو جدوجہد ہو رہی ہے، آج جو طاقت آزمائی کا، مخالف کو نیچا دکھانے کا، خودکش حملوں کا نیا طریقہ ہے یہ سب مفادات کے حصول کا، سیاسی کامیابی کا اور سیاسی برتری حاصل کرنے کے لیے ہے"۔

غرض یہ کہ علم کو پھیلانے میں مدرسوں نے بڑی خدمت کی ہے اور آج بھی کر رہے ہیں اس لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ سارے مدرسوں کو ایک لکڑی سے نہ ہانکا جائے۔ ملک میں تیرہ ہزار مدارس ہیں سب کے خلاف ایک جیسا طرز عمل اختیار نہیں کرنا چاہیے۔ یہ جو مدرسوں کا سلیبس تبدیل ہونے کی بات کی جا رہی ہے یہ اچھی بات ہے لیکن کیا درس نظامی دہشت گرد پیدا کر رہا ہے، کئی سو سالوں میں تو ایسا نہیں ہوا۔ اس کی وجہ مدرسوں کا نصاب نہیں ہے بلکہ وہ آئیڈیالوجی ہے جس کو مغرب اور امریکہ نے افغانستان میں روس کے خلاف استعمال کیا۔ پھر یہ آئیڈیالوجی اسامہ بن لادن کے مغرب کے خلاف نظریات میں ڈھل گئی، اسامہ بن لادن کا مطالبہ یہ تھا کہ امریکی افواج ارض مقدس سے واپس جائیں پھر پہلے سے موجود کئی عناصر مل گئے اس میں فلسطین میں اسرائیلیوں کے مظالم، بوسنیا میں مسلمانوں کا قتل عام، کشمیر میں بھارتی فوج کے مظالم جنھوں نے خودکش بم دھماکس کے نظریات کو تقویت دی اور یہ روز کا معمول بن گئے۔ جس وجہ سے یہ سب کچھ ہو رہا ہے پہلے وہ وجہ ختم کی جائے۔ عراق سے قابض افواج کا انخلا، فلسطینی ریاست کا قیام، کشمیریوں کی مرضی کے مطابق کشمیر کا حل، مدرسوں کو ضرور جدید بنیادوں پر استوار کیجیے تاکہ وہ جدید دور کے لیے اچھے مسلمان بن کر نکلیں، ذہن میں تبدیلی آئے گی تو سب کچھ بدل جائے گا۔ ☆☆☆

© rasailojaraid.com